⊙ ڈاکٹر ابرار عبدالسلام
پروفیسر شعبہ اردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

اردو کا ایک فراموش تاریخ گو: عبدالغفور نساخ

Abstract:

The nineteenth century is important not only in terms of Urdu literature but also in terms of chronogramisms. In this era, literature and chronogramisms were flourishing in both South India and North India. But in northern India, the Urdu language in particular was exploiting its creative potential. In the nineteenth century, this art had gained considerable popularity. The popularity of this art in northern India can be gauged from the fact that a person, who does not have the power to create chronogram, was not considered a poet. In view of this popularity of chronogramms, in other areas also some personalities were born who were in no way inferior to the representative chronogram's creator poets of North India. One of them is the name of Nassakh. Nasakh has created hundreds of chronogramms in Urdu, Persian and Arabic. Nassakh had a special ability to create chronogramms. Chronogramms are not only included in his Diwan but some books only contain chronograms also. This article gives you a brief overview on Nassakh's ability of chronogrammism.

Keywords:

Chronogram,Chronogramisms, Chronogram Names, Nassakh, North India, Bengal, Kokata, Matiaburg, Daftar-e-bemisal, Armughani

انیسویں صدی میں اردو کے ان شعرا اور ادبا کی فہرست تیار کی جائے جو اپنی کثیر الجہتی ادبی خدمات اور جامع اللمالات صفات کے سبب اہمیت کے حامل رہے ہوں، ان میں ایک اہم نام عبدالغفور خان نساخ کا بھی ہوگا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ برعظیم کے اس خطے سے تعلق رکھتے تھے جو اس زمانے میں نہ ادبی مرکز کی حیثیت کا حامل تھا اور نہ اردو کے

ادبی مراکز اسے خاطر میں لانے کو تیار تھے لیکن قسمت کا پھیر دیکھیے کہ اردو کے ادبی مراکز کے سرخیل لکھنؤ کے شعرا و ادبا کو اپنے دامن میں پناہ بھی اسی سرزمین نے دی۔ واجد علی شاہ کی جلاوطنی کے بعد کلکتہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر مٹیا برج میں لکھنؤ کے بادشاہ، متعلقین اور دربار سے وابستہ شعرا، ادبا اور دیگر شخصیات نے اس سرزمین کو اس طور آباد کیا کہ یہ لکھنؤ صغیر کا نقشہ پیش کرنے لگا۔ مٹیا برج سے وابستہ شعرا ناسخ و آتش کے شاگردوں میں سے تھے اسی لیے یہاں بھی انھوں نے لکھنوی طرز کو ہی مشعل راہ بنایا۔ لکھنوی شعرا کی تعلیوں اور طرز شاعری پر ناز نے مقامی شعرا کو بھی ان کے مدمقابل ہونے پر مجبور کر دیا تھا(۱)۔

لکھنوی شعرا کے اپنی زبان اور شاعری پر افتخار کے سبب ایک ایسا طبقہ پیدا ہو چکا تھا جو ان کے مدمقابل اپنی ادبی شناخت منوانے پر سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ اسے نہ اہل لکھنؤ کے احساس برتری قبول تھا نہ ہی وہ اپنے آپ کو کسی بھی طور لکھنو والوں سے کم تر سمجھنے کے لیے تیار تھے۔ اس طبقے کے سرخیل نساخ تھے اور انھی کی کوششوں کا نتیجہ ہی تھا کہ وہ خود بھی اور دیگر افراد بھی ناسخ اور طرزِ ناسخ کو رد کرنے میں یک جان دو قالب کی حیثیت اختیار کر گئے۔ ''دفترِ بے مثال'' کی دوسری اشاعت کے ابتدائی صفحات میں غالبؔ کا ایک خط شامل ہے۔ اس خط سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ غالب کا بیان ہے ''ہم فقیر لوگ اعلان کلمۃ الحق میں بے باک و گستاخ ہیں۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانے ناہموار روشوں کے ناسخ تھے۔ آپ ان سے بڑھ کر بصیغہء مبالغہ بے مبالغہ نساخ ہیں۔''(۲) غالب کا یہ بیان انفرادی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ یہ اس عہد کے ادیبوں کی عمومی رائے بھی تھی۔ مولوی عبیداللہ عبیدی شاگرد مولوی رشید الدین وحشت کا نساخ کے متعلق بیان ہے: ''قلم معنی رقم مانی مانا ےاو بر گفتار شیریں ناسخ ہندی خط نسخ کشیدہ''(۳)۔ ان کے دو دیوان اسی کوشش کے نتیجے میں وجود میں آئے(۴)۔ ان کی تاریخ گوئی سے دلچسپی بھی اسی کوشش کا ایک سبب تھا۔ ناسخ اور ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد تاریخ گوئی میں مہارت رکھتی تھی۔ خود مٹیا برج کے شعرا میں بیشتر شعرا کی ایک خصوصیت اسی فن سے مناسبت رکھتی تھی گویا انھوں نے ناسخ کی تمام خصوصیات کو گلے کا ہار بنایا ہوا تھا۔

نساخ کے دور میں لکھنوی طرزِ شاعری نے غالب رجحان کی حیثیت حاصل کر رکھی تھی۔ شعرا کا ایک بڑا طبقہ اسی رجحان کے زیرِ اثر شاعری کر رہا تھا۔ یعنی اس عہد میں لکھنوی طرزِ شاعری نے دہلوی طرزِ شاعری پر فوقیت حاصل کر رکھی تھی۔ نساخ نے اس کے برعکس دہلوی طرز شاعری کو اختیار کر کے اس رجحان سے نہ صرف بریت کا اظہار کیا بلکہ اس زور کو توڑ بھی دیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ انھوں نے اس عہد کے شعرا کو لکھنوی طرز شاعری کے مقابل تیار کیا اور شاعر کو یہ آزادی دلائی کہ انھیں ہر خرمن سے فیض یاب ہونے کا پورا پورا حق حاصل ہے اور انھوں نے اس پر عمل کر کے خود بھی ایک مثال قائم کر دی(۵)۔ نساخ کی ادبی خدمات اور ان کے گرد شعرا کے ایک بڑے حلقے کی موجودگی کے پیش نظر نساخ کو بھی اس دبستانِ فکر و خیال کا بانی سمجھا جا سکتا ہے جس کا مرکز کلکتہ بنا اور جس کے مرکزی کردار خود نساخ تھے۔ (۶) اسی وجہ سے ڈاکٹر جاوید نہال نے نساخ کو بنگال کا سب سے بڑا اور منفرد ادیب اور شاعر تحریر کیا ہے(۷)۔ نساخ نے دو درجن کے قریب کتب تصنیف کی۔ ان کتب کا تعلق نثر سے بھی ہے اور نظم سے بھی۔ یہ اردو میں بھی ہیں اور فارسی میں بھی۔ نساخ نے فن تاریخ گوئی پر تو کوئی کتاب تصنیف نہیں کی البتہ ان کی تصانیف میں قطعات تاریخ کی کثیر تعداد موجود ہیں۔ نساخ نے اس فن میں مہارت کی جو مثالیں قائم کی ہیں ان میں لکھنؤ کے سرخیل ناسخ بھی پیچھے نظر آتے ہیں۔ انھوں

نے سینکڑوں کی تعداد میں تاریخیں کہی ہیں۔ یہ تاریخیں فارسی میں بھی ہیں اور اردو میں بھی اور کچھ عربی میں بھی۔ ناسخ نے تو چند تاریخیں ہی اردو میں کہی ہیں لیکن نساخ نے فارسی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی کثیر تعداد میں تاریخیں کہی ہیں۔

نساخ کو تاریخی نام رکھنے سے خاص دلچسپی تھی۔ اس کی مثالیں نساخ کی کتب اور زندگی کے واقعات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان کا بیٹا ابوالقاسم شمس پیدا ہوا تو اس کا تاریخی نام ''مظہر الحق'' رکھا(۸) نساخ کی تاریخ گوئی پر مہارت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بنگال میں تو ان کی تاریخ گوئی کا ڈنکا بجتا تھا۔ ان کا تبادلہ راجشاہی میں ہوا تو شاہ میر علی نے اپنے صاحب زادے کے تاریخی نام کی فرمائش کی۔ نساخ نے ان کے صاحب زادے کے کئی تاریخی نام نکالے جن میں ایک تاریخی نام اصل نام پر کنیت بڑھا کر حاصل کیا(۹)۔ یہی نہیں انھوں نے اپنی کم و بیش تمام تصانیف کے نام بھی تاریخی رکھے۔ ان میں ''دفتر بے مثال ۱۲۶۷ف''، ''زبان ریختہ ۱۲۷۵ھ''، ''قطعہ منتخب ۱۲۷۶ھ''، ''چشمہ فیض ۱۲۷۹ھ''، ''شاہد عشرت ۱۲۸۰ھ''، ''سخن شعرا ۱۲۸۱ھ''، ''مرغوب دل ۱۲۸۲ھ''، ''اشعار نساخ ۱۲۸۳ھ''، ''گنج تواریخ ۱۲۹۰ھ''، ''ارمغان ۱۲۹۲ھ''، ''کنز تواریخ ۱۲۹۴ھ''، ''انتخاب نقص ۱۲۹۴ھ''، ''مظہر معما ۱۲۹۶ھ''، ''ارمغانی ۱۳۰۲ھ''، ''ترانہ خامہ ۱۳۰۲ھ''، ''مرغوب جاں ۱۳۰۲ھ''، ''قصائد منتخبہ ۱۳۰۲ھ'' اور ''باغ فکر ۱۳۰۳ھ کے نام تاریخی ہیں۔ ان ناموں سے نساخ کی تاریخ گوئی کے فن سے دلچسپی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

نساخ کا پہلا دیوان ''دیوان نساخ مسمیٰ بہ دفتر بے مثال'' کے نام سے ۱۲۸۰ھ میں مطبع مظہر العجائب کلکتہ سے شائع ہوا۔ اس میں نساخ کی ستر سے زاید تاریخیں موجود ہیں جن میں ۴۹ تاریخیں فقط اردو کی ہیں۔ یہ دیوان، نساخ کی تیس یا اکتیس سال کی عمر میں شائع ہوا۔ اس وقت تک نساخ چودہ ہزار اشعار کہہ چکے تھے(۱۰)۔ اس سے نساخ کی زود گوئی اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس دیوان کی پہلی تاریخ ۱۲۶۹ھ مطابق ۵۳-۱۸۵۲ء کی ہے۔ نساخ کی تاریخ پیدائش ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۴ء) ہے(۱۱)۔ اس حساب سے نساخ کی پہلی معلومہ تاریخ انیس بیس سال کی عمر کی بنتی ہے۔ یہ تاریخ خواجہ محمد قاسم باشندہ کمرلہ کی ہے۔ مادہء تاریخ ''افسوس بمرد خواجہ قاسم'' ہے(۱۲)۔ مادہء تاریخ اتنا برجستہ اور خوبصورت ہے کہ اسے نساخ کی پہلی تاریخ قبول کرنے کو اس لیے ذہن تسلیم نہیں کرپاتا کہ پہلی تاریخ ہی اتنی برجستہ کہنا اور پھر اس میں تسلسل قائم رکھنا آسان کام نہ تھا۔ امکان یہ ہے کہ نساخ نے اس تاریخ سے پہلے بھی کئی تاریخیں کہی ہوں گی جنھیں انھوں نے دیوان میں شامل کرنا مناسب نہیں سمجھا ہوگا یا وہ دیوان کی ترتیب کے وقت دستیاب نہیں ہوں گی۔ اگر پہلی تاریخ تین سال پہلے بھی کہی ہو تو اس وقت نساخ کی عمر کم و بیش سترہ سال بنتی ہے۔ اس کم عمری میں تاریخیں نکالنا نساخ کی تاریخ گوئی سے فطری دلچسپی اور اس فن پر قدرت کا مظہر ہے۔

''دفتر بے مثال'' میں شامل تقریباً تمام تاریخیں نساخ کی مہارت، فنی چابک دستی، اور مشاقی کی غماز ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ بیشتر تاریخوں میں متعلقہ شخص کے نام اور وقوع واقعہ کی صراحت مادہء تاریخ میں بالعموم دیکھنے میں آتی ہے۔ یہ تاریخیں ہجری، عیسوی، بنگلہ اور فصلی سنین میں کہی گئی ہیں۔ ان میں زیادہ تاریخیں ہجری سنین میں کہی گئی ہیں۔ اس دیوان میں معاصر شعرا و ادبا، رشتہ داروں اور نامی احباب کے ارتحال، ان کی تصانیف اور دیگر واقعات کی تاریخیں ہیں۔ زیادہ تر تاریخیں کلکتہ اور گرد و نواح کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے شعراء، ادبا اور احباب سے متعلق ہیں۔ اسی طرح واجد علی شاہ کی

قید سے رہائی اور، مہدی علی خان قبول کے ترجمہ شمشیر خانی اور ان کی وفات کی تاریخیں بھی اس دیوان میں موجود ہیں (۱۳)۔ اگرچہ نساخ کے اس دیوان میں تاریخوں کا محور خطہ ء بنگال رہا ہے لیکن اکا دکا تاریخ بنگال کے علاوہ دیگر علاقوں سے متعلق بھی نظر آجاتی ہے۔ شیخ محمد ابراہیم ذوق کی وفات کی تاریخ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے (۱۴)۔ یہ دیوان دوسری مرتبہ منشی نول کشور پریس لکھنؤ سے رمضان ۱۲۹۱ھ مطابق اکتوبر ۱۸۷۴ء میں شائع ہوا۔ دیوان کی اس اشاعت میں نساخ نے تاریخوں کو شامل نہیں کیا۔ البتہ نساخ کی کہی ہوئی ترتیب دیوان کی چھ تاریخیں اور ان کے شاگردوں اور معاصرین کی کہی ہوئی نساخ کے دیوان کی تاریخیں اور تقریظیں شامل دیوان ہوئی ہیں (۱۵)۔

دیوان میں موجود تاریخوں کی کتابت اگرچہ احتیاط سے کی گئی ہے لیکن پھر بھی چند مقامات پر اغلاط دیکھنے میں آتی ہیں۔ مثلاً ''دیوان نساخ موسوم بہ دفتر بے مثال'' میں میر عابد علی کی تاریخ وفات کے نیچے ۱۲۲۷ تحریر ہے (۱۶) حالانکہ مادہ ء تاریخ سے مطلوبہ سال ۱۲۷۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ ۱۲۲۷ نہ ہجری تاریخ بنتی ہے نہ عیسوی اور نہ کوئی اور۔ اسی طرح علی اصغر مرحوم کے دو قطعات تاریخ موجود ہیں۔ دونوں تاریخوں میں مطلوبہ سال ۱۲۷۶ھ مرقوم ہے ''علی اصغر موی افسوس صد حیف آہ'' سے ۱۲۷۶ھ برآمد کیے گئے ہیں۔ لیکن مادہ ء تاریخ سے ۱۱۰+۱۲۹۱+۵۶+۲۰۷+۹۴+۹۸+۴=۱۸۶۰ عیسوی برآمد ہوتا ہے۔ غالباً دونوں اغلاط کاتب کی تساہل پسندی کی وجہ سے تحریر میں آگئی ہوں گی (۱۷)۔

نساخ کی دوسری تصنیف جس میں تاریخیں شامل کی گئی ہیں وہ ''گنج تواریخ'' ہے۔ یہ کتاب ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے کا نام گنج تواریخ ہے اور دوسرے کا ''ضمیمہ گنج تواریخ''، ''گنج تواریخ'' کا نام تاریخی ہے جس سے ۱۲۹۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ یہ سال اس کتاب کا سال تصنیف تکمیل ہے۔ اس کتاب میں فردیات پر مشتمل تاریخیں بھی ہیں اور قطعات پر مشتمل تاریخیں بھی۔ کتاب کی پہلی تاریخ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی ہے اور آخری تاریخ مولوی کریم اللہ دہلوی کی وفات کی تاریخ ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں سنہ گیارہ ہجری سے ۱۲۹۰ھ تک کے واقعات (وفات، پیدائش، وغیرہ) کی تاریخیں درج ہوئی ہیں۔ اس کتاب میں فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں تاریخیں موجود ہیں۔ دراصل نساخ نے یہ کتاب سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تصنیف کی ہے۔ غالباً ''گنج تواریخ'' کے پہلے حصے کی ترتیب کے بعد نساخ کو محسوس ہوا ہوگا کہ بہت سی شخصیات کی تاریخیں کتاب میں شامل ہونے سے رہ گئی ہیں چنانچہ انھوں نے اس کتاب میں موجود کمی کو پورا کرنے کے لیے مزید شخصیات واقعات کی تاریخیں کہہ کر شامل کتاب کردی ہوں گی۔ اس کی شہادت ''ضمیمہ گنج تواریخ'' میں شامل ہر تاریخ کے عنوان سے حاصل ہوتی ہے۔ نساخ نے جس شخصیت کی بھی تاریخ کہی ہے آخر میں ''متعلق صفحہ نمبر'' کی عبارت تحریر کی ہے۔ یہ متعلق صفحہ ''گنج تواریخ'' کا صفحہ نمبر ہے۔ یعنی نساخ نے ''ضمیمہ گنج تواریخ'' کی ہر تاریخ کے اندراج کے مقام کا تعین بھی کردیا ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ کوئی شخص سنین وار کسی بھی تاریخ کو تلاش کرنا چاہے تو اسے اس مقصد کے حصول میں مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ''ضمیمہ گنج تواریخ'' میں اگرچہ وہ تاریخیں شامل کی گئی ہیں جو ''گنج تواریخ'' میں شامل ہونے سے رہ گئیں یا جنھیں متذکرہ تصنیف کی تکمیل یا کتابت کے بعد کہا گیا ہےلیکن کچھ تاریخیں ایسی بھی ہیں جو ''گنج تواریخ'' میں شامل ہیں لیکن نساخ نے انھیں ازسرنو کہہ کر ''ضمیمہ گنج تواریخ'' میں بھی شامل کیا ہے۔ اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ نساخ نے ''گنج تواریخ'' میں شامل شخصیات میں

اضافے کے لیے فہرست ترتیب دی ہوگی تو اس میں بعض نام مکرر شامل ہو گئے ہوں گے اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نساخ نے ان شخصیات کی مکرر تاریخ کہی ہوگی جن کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے اور تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نساخ کو یاد نہ رہا ہوگا کہ پہلے حصے میں کسی شخصیت کی وفات سے متعلق سنہ تاریخ وفات کیا استخراج کیا ہے۔ اس کی شہادتیں دونوں حصوں سے بآسانی تلاش کی جا سکتی ہیں۔

مثال کے طور پر حضرت ویس (کذا) قرنی رضی اللہ عنہ، ابو احمد ابدال چشتی، خواجہ یوسف ہمدانی، شاہ نعمت اللہ، سلطان سنجر، شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کی تاریخیں مکرر شامل ہوئی ہیں (۱۸)۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ نساخ نے ''گنج تواریخ'' اور ''ضمیمہ گنج تواریخ'' میں جو تاریخیں مکرر شامل کی ہیں وہ از سر نو کہی گئی ہیں۔ متذکرہ موقف کی شہادت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اول حصے میں نساخ نے ہلاکو خان کی وفات کی تاریخ کہی ہے اور دوسرے حصے میں چنگیز خان کی وفات کی تاریخ شامل کی گئی ہے (۱۹)۔ اس سے متذکرہ بالا موقف کی تائید ہوتی ہے۔ نساخ نے پہلے حصے میں بہاء الدین زکریا ملتانی کی وفات ''خدا بین'' سے ۶۶۲ھ برآمد کی ہے اور دوسرے حصے میں ''زکریا پیشوائے زماں'' سے ۶۶۵ھ برآمد کی ہے (۲۰)۔ اسی طرح شیخ اوحد الدین اصفہانی کی وفات کی تاریخ ''گنج تواریخ'' میں ''عارف حق نما و حق بیں بود'' اور ''شمع دل افروز'' سے ۷۳۸ھ اور ''ضمیمہ گنج تواریخ'' میں ''زبدہ جنت بریں آمد'' سے ۷۳۳ھ برآمد کی ہے (۲۱)۔

''گنج تواریخ'' کے آخر میں شامل تقریظ اور تاریخوں سے سال تصنیف ۱۲۹۰ھ برآمد ہوتا ہے اور ''ضمیمہ گنج تواریخ'' کے آخر میں جو اس کتاب کی اشاعت کی تاریخیں درج ہیں وہ ۱۲۹۱ھ کی ہیں۔ یہ کتاب ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ مطابق جنوری ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی۔ اگر اس کتاب کی اشاعت میں چھ ماہ کا عرصہ بھی لگ گیا ہو تب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نساخ نے ''۱۲۹۰ھ کے کسی مہینے میں ''گنج تواریخ'' کو مکمل بھی کر لیا تھا اور اس کی کتابت بھی کروالی تھی۔ پھر انھیں اس حصے کو مزید بہتر بنانے کا خیال آیا ہوگا چنانچہ انھوں نے ۱۲۹۰ھ اور ۱۲۹۱ھ کے کچھ مہینے ''گنج تواریخ'' کے دوسرے حصے کو مکمل کرنے میں صرف کیے ہوں گے۔

تاریخوں کی تیسری کتاب ''کنز تاریخ'' ہے۔ اس کا دوسرا نام ''ضمیمہ گنج تواریخ'' بھی ہے۔ اس سے ''گنج تواریخ'' کے ضمیمے اور اس تصنیف کے ایک ہونے کا گمان گزرتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں یہ دو الگ تصانیف ہیں۔ اس کتاب میں ان شخصیات کی تاریخیں شامل ہیں جو 'گنج تواریخ' یا 'ضمیمہ گنج تواریخ' میں شامل نہ ہو سکی تھیں۔ نساخ نے عرب و ہند کے مشہور شعرا، ادبا، علما، صوفیا، اولیا، بادشاہوں، نوابوں اور اپنے عزیز و اقارب، دوست احباب، معاصرین اور شاگردوں کی وفات، تصانیف اور عمارات وغیرہ کی تقریباً اڑھائی سو تاریخیں اس کتاب میں شامل کی ہیں۔ یہ کتاب مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوئی۔ کتاب پر سالِ اشاعت تو درج نہیں البتہ کتاب کے تاریخی نام 'کنز تواریخ' سے ۱۲۹۴ھ مستخرج ہوتا ہے۔ یہ کتاب کی ترتیب کا سال ہے۔ اس کتاب میں ۱۱/ہجری سے ۱۲۹۴ھ تک کی تاریخیں شامل ہیں۔ جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اسی سال شائع ہوئی ہوگی (۲۲)۔

چوتھی کتاب ''ارمغانی'' ہے۔ اس میں اردو اور فارسی دونوں تاریخیں شامل ہیں۔ ۱۲۶ تاریخوں میں صرف ۸ تاریخیں اردو کی ہیں اور باقی تمام فارسی میں ہیں۔ اس تصنیف میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین، صوفیا، علما، بزرگان دین،

سلاطین، شعرا، معاصرین اور اعزا و اقربا کی تاریخیں شامل ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ دیگر دواوین کے برخلاف اس تصنیف میں آٹھ تاریخوں کے علاوہ تمام تاریخیں فارسی میں ہیں۔ اردو کی تاریخوں میں ایک تاریخ شہزادی بیگم عرف عمدہ بیگم، ایک عبدالرؤف شمیم شاگرد ناسخ، ایک خواجہ محمد محسن علی محسن شاگرد ناسخ اور پانچ تاریخیں عبدالحی صفا بدایونی کے تذکرے ''شمیم سخن'' کی شامل ہیں (۲۳)۔ ان میں سب سے اہم اور خوبصورت تاریخ شہزادی بیگم عرف عمدہ بیگم کی وفات کی تاریخ ہے۔ یہ ٹیپو سلطان کی پوتی اور شہزادہ سلطان حسین کی زوجہ تھیں۔ اس کا ایک ایک شعر غم اور دکھ میں ڈوبا ہوا ہے۔ تاریخ کو پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ نساخ کا ذاتی دکھ ہو۔ دوسرے لفظوں میں پندرہ اشعار کے اس قطعۂ تاریخ کو شہزادی عمدہ بیگم کا مرثیہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ قطعہ ملاحظہ فرمائیے:

کس کے غم میں ہے سیہ پوش آسماں   کس لیے چشم شفق ہے خوں فشاں
چشم نرگس کس لیے نم ناک ہے   قلب سوسن کس لیے غم ناک ہے
کیوں پریشاں آج ہے سنبل کا حال   کیوں طپانچوں سے کیا منہ گل نے لال
کس کے غم میں روتی ہے نہرِ چمن   کس کے ماتم میں ہے بلبل نالہ زن
آسیہ کی روح کیوں گریاں ہے آج   روح مریم کس لیے نالاں ہے آج
نالہ زن ہے کس لیے حوا کی روح   مبتلائے غم ہے کیوں سارا کی روح
کس کے مرنے نے کیا ایسا ستم   عالمِ ارواح میں پھیلا جو غم
سوچتا تھا دل میں یہ کیا ہوا   حال یہ کیا ہے یہ کیا ہے ماجرا
اس میں آئی آہ و افغاں کی صدا   ساتھ ہی اس کے کسی نے یہ کہا
شاہزادی عمدہ بیگم مرگئیں   عالمِ فانی سے رحلت کرگئیں
پیٹتے ہیں سب قرابت دار سر   ہے قیامت دختر و فرزند پر
یک جہاں ہے بے قرار و اشک بار   ایک عالم رورہا ہے زارزار
اس خبر کے سنتے ہی وہ غم ہوا   لب پہ آیا نالۂ واحسرتا
پھر جو اے نساخ بارنج وملال   آگیا تاریخ کا مجکو خیال
یوں کہا ہاتف نے باحالِ تباہ   عمدہ بیگم نے قضا کی حیف و آہ ۱۲۹۲ھ (۲۴)

بچپن سے شعر گوئی کی عادت اور پھر تاریخ گوئی کے فن پر مسلسل مشق اور مزاولت سے نساخ نے اس فن میں مہارت حاصل کرلی تھی۔ اس کا ایک ثبوت تو وہ سینکڑوں تاریخیں ہیں جو ان کی تصانیف میں بکھری پڑی ہیں اور دوسری ان کی تاریخوں میں برجستگی اور روانی اس کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخیں نہ مصنوعیت کا شکار ہوئی ہیں اور نہ ان میں زبردستی کا عنصر نظر آتا ہے۔ ان کی مہارت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کی تاریخیں بالعموم مکمل مصرعوں سے حاصل ہوتی ہیں اور تاریخوں میں نام کی موجودگی انھیں حسن سے ہم کنار کرتی ہیں۔ مکمل مصرعوں کی حامل اور برجستہ ہونے کی وجہ سے ان کی تاریخوں کو ذہن نشین کرنا بھی مشکل نہیں۔ ذیل کی تاریخیں ملاحظہ کیجیے:

''ہائے منشی رفعت علی۔۱۲۷۶ھ''،''وحشت جادو بیاں مرگئے افسوس آہ۔۱۲۷۴ھ''،''مسلم ہے اب داخل جنت۔۱۲۷۶ھ،وائے ویلا ناظم الدین حسن۔۱۲۶۸ھ''،''مرگیا فیض محمد آہ وائے۔۱۲۷۶ھ''،''مصطفیٰ خان حیف صد افسوس ہائے۔ ۱۲۸۶ھ،صد حیف حیف وائے صد افسوس حسرتی۔۱۲۸۶ھ،ہائے ہائے مومن کیا خوب آدمی تھا۔۱۲۶۸ھ''،''وائے ہے ہے مرگیا مہدی علی خان قبول۔۱۲۷۶ھ''، ''مفتی محمد صدرالدین مرگئے۔۱۲۵۸ھ''،''آہ آہ آزردہ غالب آہ وائے۔۱۲۸۵ھ''،''اسداللہ خاں تمام ہوا۔۱۲۷۵ بنگلہ''(۲۵)

تاریخ میں نام کا استعمال صرف شخصیات کی وفات کے حوالے سے ہی نہیں دیکھنے میں آتا بلکہ تصانیف وغیرہ کی تاریخیں کہتے ہوئے بھی تصنیف کے نام کو تاریخ یا مادہءتاریخ کا حصہ بنایا گیا ہے۔حکیم اشرف علی مست کی چیچک اور ہیضہ و طاعون پر کتابیں شائع ہوئیں تو اس کی تاریخوں میں نام کی صراحت کا خیال رکھا۔مادہءتاریخ ملاحظہ فرمائیے: ''خوب رسالہ چیچک کا۔۱۲۸۳ھ''،''چھپا آج اچھا رسالہ ہیضہ و طاعون۔۱۲۸۳ھ''(۲۶) نساخ کی تاریخوں میں نام کی صراحت کے علاوہ وقوع واقعہ کا اظہار بھی نظر آتا ہے۔بہت سی تاریخوں میں نام کا استعمال اتنا بےساختہ اور مہارت سے برتا گیا ہےکہ یہ اظہار نظم کے ساتھ ساتھ نثر کا لطف بھی دیتا ہے۔چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

''آج شادی ہوگئی مخمور کی۔۱۲۷۰ھ''،''شادی رحیم خان کی ہوئی۔۱۲۷۵ھ''،''مکے کو گئے ہیں سعید بخت آج۔۱۲۷۶ھ''،''احسن التوحید نے ہجرت کی۔۱۲۷۶ھ''،''وائے ہے ہے جل کے فیضو مرگیا۔۱۲۷۷ھ''،''ضیغم ڈوبے واویلا۔۱۹۲۶سمت''،(۲۷)

(دفتر بے مثال،ص۱۵۶،۱۵۷،۱۵۹،۱۶۰،۱۶۲،۱۶۳،۱۶۴،گنج تواریخ،ص،۵۱)

نساخ نے بعض تاریخیں معروف معاصر شعرا کے مصرعوں سے بھی نکالی ہیں۔مولوی سدیدالدین خان دہلوی امین مدرسہ عالیہ کلکتہ بدنام ہوئے تو اس واقعہ کی تاریخ غالب کے مصرع''ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں۔۱۲۶۶ھ'' سے نکالی۔اسی طرح کسی کی یکبارگی رخصت کی تاریخ بقا کے مصرع''راہ کیا نا پنے آئے تھے یہ آنا کیا تھا۔۱۲۸۰ھ'' سے نکالی(۲۸)۔

نساخ نے اپنی تصانیف میں عزیز و اقربا اور معاصرین کی تاریخوں کے علاوہ زندگی کے بعض مشکل،اہم اور رنگین پہلوؤں کو بھی تاریخوں کا حصہ بنایا ہے۔ذیل میں بطور مثال چند تاریخیں پیش کی جاتی ہیں جن سے نساخ کی زندگی کے ایک مخفی اور رنگین پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔

''محرم سے بھی زائد عید فرقت ہے۔۱۲۷۶ھ''،''ہاتھ میری جانِ جاں کا کٹ گیا ہے آہ آج۔۱۲۷۶ھ''،''آج ہم سے چھوٹا ہے آستانۂ یار۔۱۲۷۷ھ''،''خاتم دل ربا۔۱۲۷۸ھ''(۲۹)

نساخ نے سینکڑوں تاریخیں کہی ہیں۔ان میں اکثر تاریخیں تو سنہ ہجری میں نکالی ہیں لیکن کچھ تاریخیں عیسوی، بنگلہ اور فصلی سنین میں بھی نکالی ہیں۔بنگلہ اور فصلی سنین میں نکالی ہوئی تاریخیں کم کہی ہیں۔بنگلہ تاریخیں تو پھر بھی نظر آجاتی ہیں لیکن فصلی تاریخیں بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہیں۔نساخ کی تاریخوں میں صنعتوں میں کہی ہوئی تاریخیں بہت ہی کم موجود ہیں۔ان سے نساخ کی صنعتوں میں تاریخیں کہنے میں عدم دلچسپی سامنے آتی ہے۔اس کی بڑی وجہ وقت کا صرف

ہونا تھا۔نہ کہنے کی وجہ اس صنعت سے عدم دلچسپی میں تلاش کی جاسکتی ہے کیونکہ صنعت میں تاریخ کہنے کے لیے جتنی محنت،مشقت اور وقت صرف ہوتا ہے اس وقت میں بآسانی کئی تاریخیں کہی جاسکتی ہیں۔نساخ نے صنعتوں میں تاریخیں کہنے میں تو اپنا وقت صرف نہیں کیا البتہ چند صنعتوں میں تاریخیں کہہ کر یہ ثابت ضرور کر دیا تھا کہ وہ صنعتوں میں تاریخیں کہنے کی صلاحیتیں رکھتے تھے۔زبر و بینات میں تاریخ نکالنا کوئی آسان امر نہیں۔یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے شعرا اس صنعت میں تاریخ نکالتے ہوئے گھبراتے تھے۔تاریخ گو شعرا نیا گر اس فن کو برتا بھی ہے تو ان کی تاریخوں کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔نساخ کی زبر و بینات کی صنعت پر قدرت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے پہلے دیوان ''دفترِ بے مثال'' میں بھی اس صنعت میں کم وبیش چار تاریخیں موجود ہیں۔ذیل میں زبر و بینات اور صنعت توشیح کی ایک ایک مثال پیش کی جاتی ہے جس سے نساخ کی اس فن پر مہارت کا ثبوت ملتا ہے۔تاریخ وفات میر عابد علی:

میر عابد علی موے افسوس — سخت ماتم ہے اور غم جاں کاہ
اب لکھوں زبر و بینات میں سال — یہی مجھ کو خیال تھا ناگاہ
کلک ناسخ نے لکھا ہے ہے — میر عابد علی موے حیف آہ ۱۲۷۶ھ(۳۰)

تاریخ سراپائے تصویرِ غم تصنیف حکیم اشرف علی مست تخلص باشندۂ سلہٹ:

۶	وہ مست کہ سرمست مئے عشق صنم ہے	۵	ہے گو کہ جواں پر ہے کہن پیرِ محبت
۲۰	گو ضبط سے تیوری پہ نہو میل و لیکن	۴	دل خون ہے جان زخمیِ شمشیر محبت
۲	باقی ہے زمانے میں ابھی دم سے اسی کے	۷۰	عزت ہوئی الفت کی کہ توقیر محبت
۳۰	لکھا ہے نئے طرز سے اس نے جو سراپا	۷	زیبا ہے اسے گر کہو تحریر محبت
۵	ہر شعر ہے یا ناوک الفت ہے کہیں کیا	۸۰	فقرہ ہے ہر اک یا کہ پرتیر محبت
۱۰۰۰	غم نامہ ء ہجراں ہے سراپا یہ نہیں ہے	۲	پیدا ہے ہر اک لفظ سے تصویر محبت
۴۰	مجھ کر سن فصلی کی جو نساخ ہوئی فکر	۲	بولے یہ ملک کھنچ گئی تصویر محبت
	۱۲۷۳ھ		۱۲۶۴فصلی
۱۱۰۳	حرف سر مصرع سے بھی پائی سنِ ہجری	۱۷۰	جب غور کرے عاشقِ دل گیرِ محبت
+۱۱۰۳		=۱۷۰	۱۲۷۳ھ(۳۱)

عبدالغفور خان نساخ اردو کا وہ بدقسمت ادیب ہے جو ادبی تاریخوں میں ہی نظر انداز نہیں ہوا، تاریخ گوئی کی روایت میں بھی فراموشی کی نذر ہوگیا۔جس طرح مضافات میں رہنے والے اور مرکز سے کٹے ہوئے ادبا اور شعرا بے قدری اور کم نظری کا شکار ہوتے آئے ہیں۔بعینہٖ نساخ بھی تاریخ کے اسی جبر کا نشانہ بنا۔نساخ نے شاعری کی،تنقید لکھی،تحقیق کی،سوانح لکھی،تذکرے مرتب کیے۔غرض یہ کہ انھوں نے اپنے معاصر ادبی رجحانات کو سمجھا بھی اور برتا بھی۔اس عہد کی ایک روایت تاریخ گوئی بھی تھی۔انیسویں صدی میں اس فن کو خوب عروج حاصل ہوا بالخصوص اردو تاریخ گوئی کے جتنے نمونے اس صدی میں سامنے آئے اس سے قبل اور بعد کی صدی میں اس کا نصف بھی دیکھنے میں نہیں آتا۔نساخ نے اس عہد میں تاریخوں کے اتنے ڈھیر لگا دیے ہیں کہ ان کا شمار بجا طور پر اس عہد کے اہم اور نمائندہ تاریخ گو شعرا میں کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد صدرالحق، نساخ؛حیات و تصانیف، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۹ء)، ص ۳۶۲

۲۔ عبدالغفور خان نساخ، دفتر بے مثال، مرتبہ، (لکھنؤ: منشی نول کشور پریس ۱۲۹۱ھ بمطابق اکتوبر ۱۸۷۴ء)، ص ۲

۳۔ ایضاً، ص ۱۶۴

۴۔ نساخ؛حیات و تصانیف، ص ۳۶۳

۵،۶۔ ایضاً، ص ۳۶۵

۷۔ علقمہ شبلی، بنگال میں اردو شاعری، (کولکاتہ: مغربی بنگال اردو اکاڈمی)، ۱۹۸۵ء، ص ۴۴

۸۔ دیکھیے:

خودنوشت سوانح حیات نساخ، مؤلفہ: عبدالغفور نساخ، (کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۹۸۶ء)، مرتبہ: عبدالسبحان، ص ۹۲۔

ان کا پورا نام ابوالقاسم محمد مظہر الحق شمس کلکتوی ہے۔ شمس شروع شروع میں اپنے باپ نساخ سے چھپ چھپ کر شعر کہتے تھے۔ راز فاش ہوا اور وہ جب ان کی شاعری کے قائل ہو گئے تو انھیں داغ کی شاگردی کی اجازت دے دی۔ شمس کو علامہ رضا علی وحشت کلکتوی جیسے بلند پایہ شاعر کے استاد ہونے کا فخر بھی حاصل ہے اور وحشتؔ کو بھی ان کا شاگرد اور خوشہ چین ہونے پر ناز تھا۔ (وفا راشدی، کلکتہ کی ادبی داستانیں، (کراچی: مکتبہ اشاعت اردو، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۴۴

۹۔ ایضاً، ص ۷۷

۱۰۔ نساخ: حیات و تصانیف، ص ۱۶۶

۱۱۔ اپنی پیدائش کے حوالے سے نساخ کا بیان ہے: ''سال ولادت الف و ماتین تسع واربعین روز عید الفطر'' (دفتر بے مثال، ص ۶۔۵) خودنوشت میں بیان ہے: ''کلکتہ کے محلّہ کلنگا میں سنہ ۱۲۴۹ ہجری کے عید الفطر کے روز منگل کو قبل نماز عید متولد ہوا۔'' (خودنوشت سوانح حیات نساخ، ص ۳)

۱۲۔ دیوان نساخ مسمیٰ بہ دفتر بے مثال، مطبع مظہر العجائب کلکتہ، ۱۲۸۰ھ، ص ۱۵۶۔ یہ تاریخ ''گنج تواریخ''، عبدالغفور خان نساخ، مطبع نامی منشی نول کشور مطبع نامی اودھ اخبار جنوری ۱۸۷۵ء، بمطابق ذی الحجہ ۱۲۹۱، ص ۳۱ میں بھی شامل کی گئی ہے۔ (کتاب کے سرورق اور اختتام پر مطبع کے دونوں نام شامل ہیں)

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۵۸، ۱۶۲، ۱۶۳

۱۴۔ ایضاً،ص۱۵۶

۱۵۔ دیکھیے:دفتر بے مثال،از:عبدالغفور خان نساخ،ص۱۸۰۔۱۸۵

۱۶۔ دیوان نساخ مسمیٰ بہ دفتر خیال،ص۱۶۰

۱۷۔ ایضاً،ص۱۶۳

۱۸۔ دیکھیے:گنج تواریخ،ص۳،۹،۱۱،۱۲،۱۴،۱۸،ضمیمہ گنج تواریخ،ص۶۱،۶۵،۶۹،۷۳

۱۹۔ دیکھیے:گنج تواریخ،ص۱۴،ضمیمہ گنج تواریخ،۶۹

۲۰۔ دیکھیے:گنج تواریخ،۱۴،ضمیمہ گنج تواریخ،۷۰

۲۱۔ دیکھیے: گنج تواریخ،ص۱۶،ضمیمہ گنج تواریخ،ص۷۲

۲۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: کنز تواریخ ،عبدالغفور خان نساخ،مطبع نظامی کانپور باہتمام محمد عبدالرحمٰن ،باراول، ص۱۔۵۰

۲۳۔ دیکھیے :ارمغانی ،عبدالغفور خان نساخ،مطبع نامی،لکھنؤ،باہتمام قطب الدین احمد قادری،۱۳۰۲ھ،ص۸۳، ۸۷۔۹۰

۲۴۔ ایضاً،ص۸۳

۲۵۔ دیکھیے:دیوان نساخ مسمیٰ بہ دفتر بے مثال،ص۱۵۸،۱۶۰،۱۶۱،۱۶۴،گنج تواریخ،ص۴۹۔۵۱

۲۶۔ گنج تواریخ،ص۴۷

۲۷۔ دفتر بے مثال،ص۱۵۶،۱۵۷،۱۵۹،۱۶۰،۱۶۲،۱۶۳،۱۶۴،گنج تواریخ،ص۱۵،

۲۸۔ گنج تواریخ،ص۳۰۔۴۵

۲۹۔ دفتر بے مثال،ص۱۶۲۔۱۶۳،گنج تواریخ،ص۴۲۔۴۴

۳۰۔ دفتر بے مثال،ص۱۶۰

۳۱۔ گنج تواریخ،ص۳۴